ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہما نواز

پی ایچ۔ڈی اُردو اسکالر، شعبہ اُردو، جی سی یونی ورسٹی، لاہور

ڈاکٹر سفیر حیدر

ایسوی سی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، جی سی یونی ورسٹی، لاہور

اُردو ناول میں اقلیت کا تصور

Huma Nawaz
Scholar PhD Urdu, Department of Urdu, GC University, Lahore
Dr. Safeer Haider
Associate Professor, Department of Urdu, GC University, Lahore

The Concept of Minority in Urdu Novels

In this article, research has been shed on the concept of minorities in Urdu novels and a successful attempt has been made to see what was the concept of minorities in the novels written in the neo-colonial period before the establishment of Pakistan and Pakistanis written after the establishment of Pakistan. How the concept of minorities in Urdu novels has changed at national and international level. Thus, the concept of minorities seems to be evolving. All these concepts have been certified with the help of the characters and texts of Urdu novels. And by bringing the exploitation and rights of minorities to the fore, attention has been drawn towards human equality.

Key Words: *Novel, Minorities, Colonial Period, Partition of Hindustan, Law.*

اقلیت لفظ کا سنتے ہی ہمارے ذہن میں مجبور و مقہور طبقات کا تصور آجاتا ہے اور آنکھوں کے سامنے بے بس اور لاچار لوگوں کی تصویریں گھومنے لگتی ہیں۔ کوئی بھی ملک خواہ وہ حقوق کی آزای کا کتنا ہی دعوے دار کیوں نہ ہو اقلیت کو اکثریت کے برابر حقوق فراہم کرنے سے قاصر ہے حتیٰ کہ آج کل کے دور میں بھی جب کہ اکیسویں صدی گزر رہی ہے اور ذات پات اور جاگیر دارانہ نظام بہت حد تک اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

اقلیت کی لغوی اور اصطلاحی تعریفوں میں انسانوں کی تعداد کی کمی اور زیادتی ضد کے طور پر سامنے آتی ہے۔ "فیروز اللغات جامع "میں اقلیت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

> "اقلیت۔۔۔ کمی، تھوڑا ہونا، کم تعداد۔ کسی ملک میں مذہب قومیت یا تہذیب و تمدن کے لحاظ سے کوئی خاص گروہ جس کی تعداد دوسرے گروہ سے کم ہو۔"(۱)

درج بالا تعریف میں اقلیت سے مراد ایسا مخصوص گروہ ہے جو تہذیب و تمدن یا مذہب یا پھر کسی مخصوص سیاسی و سماجی اور مذہبی نظریے کے پیروکار ہوں اور ان کی تعداد ان لوگوں سے کم ہو جو کہ کسی اور سیاسی و سماجی یا مذہبی نظریے کے پیروکار ہیں یعنی دونوں گروہوں کے نظریات میں تضاد ہو اور جو لوگ تعداد میں کم ہوں، وہ اقلیت میں شمار ہوں گے۔

اسی طرح "کشاف اصطلاحات سیاسیات "میں اقلیت کی یوں تعریف کی گئی ہے:

> "نسلی، مذہبی، پیشہ ورانہ یا کوئی دوسرا گروہ جو آبادی کی عددی اکثریت سے کم ہو اور جس کے مفادات اکثریت، جو حکومت کرتی ہے، سے تحفظ کی ضرورت ہوتی ہے۔"(۲)

یوں دیکھیں تو اقلیت کا لفظ عام طور پر ایسے افراد پر صادق آتا ہے جو ایک مخصوص سماجی سیاسی یا مذہبی نظریے کے پیروکار ہوں؛ لیکن اکثریت میں نہ ہوں وہ کم تر سماجی مرتبے کے حامل ہوں۔ اس طرح کے افراد یا گروہ عام طور پر ان حقوق سے حظ نہیں اٹھا سکتے جس طرح کا حظ اکثریت کے نصیب کا حصہ ہوتا ہے یہ ڈرے ڈرے اور سہمے سہمے رہتے ہیں۔ اپنے حقوق کی برآوری کے لیے اکثریت کے رہین منت ہوتے ہیں۔

ناول کا تعلق چوں کہ براہِ راست انسانی زندگی کے مادی اور سماجی مسائل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے اقلیتوں کی پیش کش اردو ناول کا اہم حصہ رہی ہے اور اس کے مختلف روپ ہیں۔ اُردو ناول میں اقلیت کی پیش کش کے متنوع زاویے ہیں کیوں کہ اقلیت کا تصور بذات خود بہت تغیر پذیر ہے اقلیت کا تصور برصغیر میں بہت پروان چڑھا کیوں کہ یہاں ذات پات کا نظام بہت مضبوط تھا مذہبی حوالے سے بھی لوگ بہت جذباتی ہیں۔ برہمن اور شودر کے مابین بھی اکثریت اور اقلیت کا تصور پروان چڑھتا رہا ہے۔ اسی طرح برصغیر کے معاشرے کے اندر ذات پات کی تفریق نے بھی اس تصور کو رائج کیا۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

اقلیت کا یہ تصور معاشرتی رویوں کی جڑوں سے پھوٹتا ہے۔ دوسری طرف دیکھا جائے تو ہندوستان پر جتنے بھی حکم رانوں نے حکومت کی ان کی تعداد مقامی لوگوں سے ہمیشہ کم رہی ہے لہٰذا یہاں اقلیت کا ایک مختلف تصور سامنے آتا ہے۔

انیس سو سنتالیس تک جتنا بھی اردو ناول لکھا گیا۔ اس میں اقلیت کا تصور اسی سیاسی و سماجی نظام کے تحت آتا ہے۔ اس کو ہم نو آبادیاتی تصور اقلیت بھی کہہ سکتے ہیں اس عہد میں حکم ران انگریز تھے جن کا مقصد مقامی لوگوں کی اصلاح سے زیادہ اپنے دور اقتدار کو طوالت دینا اور مقامی لوگوں کا اپنے اوپر اندھا اعتماد بحال کرانا تھا۔

نو ابادیاتی تصور اقلیت میں اقلیتی کردار ہر حوالے سے منفعل ہیں اور اکثریتی لوگوں سے مرعوب ہیں بل کہ مرعوبیت کا عالم یہ ہے کہ حکومتی لوگوں کی بھونڈے پن سے نقالی بھی کرتے نظر آتے ہیں۔

جیسا کہ ذکر ہوا ہے کہ نو آبادیاتی عہد کے ناولوں میں اقلیتی کرداروں کی پیش کش میں یکسانیت ہے۔ یہ سارے کے سارے کردار انفعالی کیفیت کے حامل ہیں اور انگریزوں سے نفسیاتی مرعوبیت ان کا بنیادی مسئلہ ہے۔ انگریزوں کی ہر ہر ادا کو مثالی سمجھتے ہیں اور مقامی تہذیب و تمدن سے بے اعتنائی برتتے ہیں۔

ڈپٹی نذیر احمد کے ناول "ابن الوقت" کا مرکزی کردار ابن الوقت جنگ آزادی میں انگریزوں کا ہم خیال ہوتا ہے اور مقامی لوگوں کا ساتھ دینے کی بجائے انگریزوں کا ساتھ دیتا ہے اور ایک موقع پر یوں گویا ہوتا ہے:

> "یہ کہہ کر جاں نثار ابن الوقت کے پیروں پر گر پڑا اور کہنے لگا: "آپ لاشوں کے پاس کھڑے ہوئے جو باتیں کر رہے تھے، میں دروازے کی آڑ میں چھپا ہوا سن رہا تھا۔ اس سے مجھ کو آپ سے کہنے کی ہمت بھی پڑی اور میرا دل اندر سے گواہی دیتا ہے کہ خدا نے آپ کو ایسے وقت صرف ہمارے صاحب کی جان بچانے کو بھیجا ہے۔"
>
> ابن الوقت نے جاں نثار کو زمین پر سے اُٹھایا اور کہا: "جو کچھ یہ بد ذات، پاجی، نمک حرام باغی تلنگے کر رہے ہیں، کچھ شک نہیں کہ صریح ظلم ہے اور کسی مذہب و ملت میں روا نہیں اور اگر میں تمہارے صاحب کی حفاظت کر سکوں تو میں اس کو فرضِ انسانیت سمجھتا ہوں۔"(۳)

نو آبادیاتی عہد میں مقامی لوگوں کی ذہن سازی میں بہت کچھ ہاتھ سر سید احمد خان کا بھی ہے۔ وہ انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیسن خلیج کو پاٹنا چاہتے تھے اور مسلم مذہب کی مقدس کتاب سے بہت حوالے دیتے تھے بل کہ انھوں نے اس موضوع پر ایک پوری کتاب "تبیئن الکلام "لکھ ڈالی جس میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مشترک عقائد ہر مفصل لکھا۔

ڈپٹی نذیر احمد چوں کہ سر سید کی تعلیمات و افکار سے بہت متاثر تھے اور انھی کے افکار کا پرچار کرتے رہے ہیں تو ان کے ناول "ایامی "کا ایک کردار آزادی نامی عورت بیمار ہو جاتی ہے۔ میری نامی انگریز نرس اس کا علاج کرتی ہے اور بہت نرم رویہ رکھتی ہے، بہت احتیاط کرتی ہے جس کا ذکر اس ناول میں یوں ہوتا ہے:

> "آزادی جھمیلے میں تو پڑ گئی تھی لیکن انگریزوں نے حُسن تدبیر سے تیسرے ہی مہینے بالکل تن درست ہو گئی اور بیماری سے اُٹھ کر اس کا رنگ ایسا نکھرا جیسے گلاب کا پھول۔ میم صاحب تو کم مگر میری اس قدر گھلی ملی کہ آزادی کے اچھے ہوئے بعد بھی بلاناغہ ہر روز آتی اور گھنٹوں بیٹھتی۔ "(۴)

ڈپٹی نذیر احمد کے ناول "رویائے صادقہ "میں بھی مقامی لوگوں کو انگریزوں سے میل جول کی تلقین کی گئی ہے اور ایسا نہ کرنے پر مسلمانوں کے رویے کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے کہ مسلمان ایک طرح سے اپنی کتاب قرآن مجید کے حکم سے انحراف کر رہے ہیں۔ جب قرآن مجید میں اہل نصاریٰ کے ساتھ میل جول اور کھانے پینے کی اجازت ہے۔ ناول میں ایک موقع پہ یہ کہا جاتا ہے کہ:

> "خدا نے تو بندوں کی مصلحت اسی میں سمجھی کہ انگریزوں کو وقت کا بادشاہ کر کے دنیاوی عزت اور دنیاوی دولت کی کنجیاں ان کے حوالے کر دی کہ جس کو چاہیں دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں اور مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ باوجود یہ کہ نصاری اہلِ کتاب بھی ہیں، ان کے ساتھ کھانا پینا، عیسائی مذہب کی عورت سے نکاح کرنا کہ دنیا میں میل جول اور دوستی کے یہی طریقے ہیں۔ قرآن میں ان سب باتوں کی اجازت صاف صاف ہے۔ نصاری کی مدح بھی ہے اور یہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ امن اور انصاف اور آسائش اور آزادی غرض ہر طرح کی راحت جیسی ان کی علم داری میں ہے نہ کبھی ہوئی اور نہ اب کسی دوسری

علم داری میں ہے۔ باوجود ان سب باتوں کے مسلمان ہیں کہ ان کے سائے سے بھاگتے ہیں۔"(۵)

اس عہد کے دوسرے ناول نگاروں کے ہاں بھی اقلیت کا بہت مجہول تصور ملتا ہے، جس کے لیے پیروی کے لیے صرف اور صرف انگریز مثال ہو سکتے ہیں۔ رتن ناتھ سرشار کے ناول "سیر کہسار" میں نواب صاحب اپنے مصاحبین کو یوں نصیحت کرتے ہیں:

"اب واقعی انھیں لوگوں سے ہندوستان کو فائدے کی اُمید ہو سکتی ہے جو مغربی تہذیب اور شایستگی سے واقف ہیں اور ظاہر ہے کہ مغربی تہذیب اور شایستگی سے انھیں لوگوں کو زیادہ تر واقفیت حاصل ہو سکتی ہے جو یورپ کے ملکوں کی سیر کر آئے ہیں اور جنھوں نے یورپ میں قیام کیا ہے۔"(۶)

درج بالا اقتباس میں نواب صاحب نے ترقی کی شرط مغربی تہذیب و شایستگی اختیار کرنے کو قرار دیا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ لکھنوی تہذیب بذاتِ خود بہت پر کشش رہی ہے۔ اس کا اپنا ایک رس اور زرخیزی تھی عام عوام تو دور کی بات اس عہد کے نوابین۔ مغربی تہذیب سے مرعوب ہیں اور مقامی تہذیب کی چھٹکارے کی تدبیر کر رہے ہیں۔

سرشار کے دوسرے ناول "فسانہ آزاد" میں نظام تعلیم کے فرق کو اور معلمین کے رویے کا فرق بتایا گیا ہے۔ مقامی معلمین کو جاہل نکما اور فرسودہ طریقے سے تعلیم دینے والا دکھایا گیا ہے۔ اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھیں

"نہ لڑکوں کو تعلیم کی تربیت دی جا رہی ہے نہ مولوی صاحب کو علم کا درک حاصل ہے۔ وہ معمولی شُدبُد رکھنے والے عامی آدمی ہیں۔ بس اپنے جلال اور رُعب کے بل پر بچوں کو ڈانٹ بتا کر، سرہلانے پر مجبور کیے رکھتے ہیں۔ حقہ گڑگڑاتے چلے، چلم پیتے لڑکوں سے اپنے ذاتی کام نکلوائے جاتے ہیں۔"(۷)

یوں مجموعی طور پہ دیکھا جائے تو ۱۹۴۷ء سے پہلے کے اُردو ناول میں جو کہ متحدہ ہندوستان میں لکھا گیا، اقلیت کا تعلق کسی گروہ کے افراد کے کم یا زیادہ ہونے پہ نہیں تھا بل کہ بااختیار اور بے اختیار ہونے پہ تھا۔ اس وقت

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

انگریز اس خطے کے سیاہ و سفید کے مالک تھے اور مذہبی حوالے سے کم تعداد میں ہونے کے باوجود وہ اس خطے کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ ہم نے جتنے بھی اقلیتی کردار اس حوالے سے دیکھے ہیں، وہ سب کے سب انگریزوں کی عمل داری سے مرعوب اور مقامی تہذیب و معاشرت کو ناپسند کرنے والے ہیں۔ ان کو اپنی زمین اور اپنے مقامی حکم رانوں سے مخاصمت ہے اور انگریز حکومت اور عمل داری پہ اطمینان کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔

یہ کردار اتنے مرعوب ہیں کہ ان میں سے ایک کردار بھی سوال نہیں اٹھاتا اور نہ ہندوستان کی کسی چیز کو اچھا قرار دیتا ہے۔ ان کرداروں کے اسی رویے پہ بات کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد نعیم لکھتے ہیں:

> "ان اُردو ناولوں کے مرکزی کرداروں اور انگریزی زبان و تہذیب کے بارے مرعوبیت کا رویہ ہے اور وہ ترقی کے لیے ان کی کامل پیروی کو ضروری سمجھتے ہیں۔ ترقی کی اس رفتار کو تیز کرنے کے لیے وہ قدیم تمدن اور علم و اَدب کی مذمت بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔ ان کرداروں میں سے کوئی بھی سرکاری نقطہ نظر کے خلاف سوال تک اُٹھاتا نظر نہیں آتا۔"(۱۲)

مذکورہ بالا جتنے بھی کردار ہیں ،ان میں سے ایک بھی فکری طور پہ اتنی پختگی کا ثبوت نہیں دیتا کہ مرعوبیت کی عینک اتار کر معاملات و مسائل کا غیر جانب دارانہ تجزیہ کر سکے یا ان مسائل و معاملات کا تنقیدی جائزہ لے کر اس نتیجے پہ پہنچ سکے کہ جو کام بظاہر ہندوستانی اصلاح کے نام پر گورے کر رہے ہیں۔ درپردہ ان کے سیاسی مقاصد کچھ اور ہیں اور وہ یہ سب ہندوستان میں اپنے قیام کی طوالت کے لیے کر رہے ہیں۔ ان کرداروں نے مشرقی دانش اور طرزِ حکم رانی کو بالکل درِ خور اعتنا نہیں سمجھا۔

یوں قیام پاکستا سے پہلے تک کے تمام ناولوں میں اور خاص طور سے کلاسیکی ناولوں میں تصور اقلیت و اکثریت اور اقلیتی کرداروں کی پیش کش ایک جیسی ہی ہے۔ قیام پاک و ہند کے بعد اقلیت کا تصور بدل گیا دونوں ممالک کے الگ الگ قانون بن گئے۔ اقلیت کس تصور زیادہ تر مذہبی زاویہ نظر سے دیکھا جانے لگا۔

دونوں ملکوں کے قوانین نے اقلیتوں کے حقوق بھی متعین کیے لیکن معاشرتی سطح پر صورت حال خاص حوصلہ افزا نہ رہی دونوں ممالک میں تہذیبی معاشرتی اور مذہبی سطح پر اقلیتوں کے ساتھ آئین و قانون کے مطابق سلوک نہ کیا گیا۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

قیامِ پاکستان کے بعد اقلیتی کرداروں کی ترجمانی اور پیش کش میں بہت تنوع ملتا ہے۔ سرو سانسی کا کردار مستنصر حسین تارڑ کا ناول "خش و خاشاک زمانے" کا ایک معروف کردار ہے جو مذہبی اور سماجی حوالے سے اقلیتی کردار ہے۔

سرو سانسی اور اس کے قبیلے کی مذہبی اور سماجی شناخت کے حوالے سے تارڑ یوں رقم طراز ہیں:

> "ویسے کوئی دھیان نہ کرتا کہ اگر وہ اتنے ڈکیٹ اور دیدہ دلیر ہوتے تو یوں ایک عُسرت زدہ۔۔۔ فاقوں بھری اور کبھی کبھار مردار کھا کر زندگی کیوں کرتے۔۔۔ بے شک اگر داؤ لگ جاتا تو وہ کچھ نہ کچھ چرا لیتے، کھول لیتے۔۔۔ پر اُن پر انگریز سرکار نے اگر مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث قبیلے کی مہر ثبت کر دی تھی تو کون تھا جو اس سرکار کے آگے دم مار سکتا۔۔۔
>
> سانسی کسی بھی طے شدہ مذہب کے پیروکار نہ تھے یہاں تک کہ مظاہرِ قدرت کی پرستش بھی نہیں کرتے تھے اُنھیں کبھی کسی بت یا خدا کی حاجت ہی محسوس نہ ہوئی تھی۔۔۔ وہ کبھی تین چار بلے قابو کر لینے کے بعد اُن کا ماس نوچتے ہوئے اسے اپنی خوش بختی جان کر کسی اور پر والے کے شکر گزار ہوتے تھے اور نہ کسی بچے کے جوہڑ میں ڈوب کر مر جانے پر وہ کسی انجانی قوت سے شکایت کرتے تھے کہ اُن کے نزدیک یہ سب اس دنیا کے کھیل تماشے تھے جو روزِ ازل سے ایسے ہی ہوتے چلے آئے تھے۔۔۔"(۸)

پاکستان کے آئین کے مطابق قادیانی یا احمدی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ وہ خود کو نہ تو مسلمان کہلوا سکتے ہیں نہ ہی مسلمانوں کی عبادت گاہوں میں عبادات کر سکتے ہیں۔ سید کاشف رضا نے اس موضوع پر "ایک کچھوا اور چار درویش" نامی ناول لکھا، جس میں اقلیتی کرداروں کی پیش کش کا زاویہ سامنے آتا ہے۔

اس ناول کا مرکزی کردار پروفیسر جاوید اقبال ہے جو کہ یونی ورسٹی کا پروفیسر ہے اور جس کا حاشیہ صرف اس لیے تنگ کر دیا جاتا ہے کہ وہ قادیانی ہے۔ ایک دن جب اس کی شاگرد سلمیٰ کے والد کی طرف سے اسے دھمکی آمیز پیغام موصول ہوتا ہے تو اس کی حالت کچھ یوں ہوتی ہے:

"آفتاب اقبال جس صورتِ حال میں پھنسے ہوئے ہیں، اس میں انھیں بھی اصل فکر اپنے امیج کی ہے۔ وہ اپنے سیاسی اور مذہبی نظریات کی بنا پر اپنے ایک منحرف، غدار اور کافر جیسے القابات کے لیے تو تیار تھے مگر وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک روز انھیں لڑکیوں کو جنسی طور پر ہراساں کرنے والے شخص کے طور پر بدنام کیا جا سکتا ہے۔ "(۹)

ہندوستان میں جس ناول نگار نے اقلیتوں کی ترجمانی ناول میں حقیقت کے قریب رہ کر کی ہے۔ وہ مشرف عالم ذوقی ہیں وہ بہت بے باک لکھاری ہیں جنھوں نے ہندوستان جیسے اقلیت کش ملک میں رہ کر اقلیتوں پر ہونے والے ظلم و ستم کو اپنے فکشن کا موضوع بنایا۔ ان کے معروف ناول "آتش رفتہ کا سراغ "میں ایک کردار دوسرے کردار احمد پاشا پہ حکومت کی طرف سے ڈھائے جانے والے ظلم کے بارے یوں گویا ہوتا ہے:

"اسامہ پاشا کی غلطی کیا تھی؟ صرف یہی نا۔۔۔ کہ عشا کی نماز کے بعد وہ اپنے دوستوں کے ساتھ چہل قدمی کے لیے نکلا تھا۔۔۔ اور راشد کی بھی غلطی کیا تھی۔ کیا اس ملک میں مسلمانوں کے گھر پیدا ہو کر اس نے غلطی کی ہے؟۔۔۔ ہزاروں واقعات۔۔۔ ہزاروں کہانیاں آنکھوں کے پردے پر روشن ہو گئی ہیں۔ بابری مسجد شہادت سے گودھرا۔۔۔ اور گودھرا کے بعد کے فرضی انکاؤنٹر کی ہزاروں کہانیاں۔۔۔ کیا کاشی سے دلی آکر میں کوئی غلطی کی ہے؟ کاشی کی کم و بیش فضا بھی یہی تھی، جو اس علاقے کی ہے۔ وہاں کون سے محفوظ تھے ہم۔۔۔ "(۱۰)

اسی طرح ان کے ناول "مسلمان "میں اقلیت کا ایک اور رخ پیش کیا گیا ہے کہ بین الاقوامی سطح پر کس طرح مسلمانوں کی کردار کشی کی جا رہی ہے اور خاص طور پر ہندوستان میں مسلمان جس جبر کا شکار ہیں۔ اس کے بارے اس ناول کا ایک کردار دوسرے کردار کے سامنے یوں شکوہ کر رہا ہے:

"اور یہاں اپنے ملک میں۔۔۔ جہاں ہمارے مکان ہیں۔۔۔ اپنی تجارت ہے، یہاں بھی ہماری تجارتیں چھین لینے کے حربے آزمائے جا رہے ہیں۔ آگ لگائی جا رہی ہے۔۔۔ مسلمانوں کو بڑے بڑے عہدے اور محکمے نہیں دیے جا رہے ہیں۔ فساد اور دنگے کرا کر ان کی آبادی کم کی جا رہی ہے۔ "(۱۱)

یوں مجموعی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ناول میں اقلیت کی پیش کش ایک بڑے موضوع کے طور پر آئی ہے اوراس میں از حد تغیر ہے یہ کہیں بھی جمود کا شکار نہیں رہی اردو ناول میں اقلیتی کرداروں کی بے شمار جہات ہیں۔ مثال کے طور پر برگیتا کا کردار تارڑ کے ناول راکھ کا اہم کردار ہے جو کہ اقلیت کا نمایندہ کردار ہے اقلیت کا تصور خالصتاً کسی بھی ملک ک ء تہذیب و تمدن سے پروان چڑھتا ہے۔ جس تہذیب و تمدن میں اقلیت کا جو تصور آئے گا، اس کے اکثریتی باشندے اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں گے اور اس علاقے کا ادب عمومی طور پر اور ناول خصوصی طور پر ویسی ہی ترجمانی کرتا ہے۔

حوالہ جات

۱. فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، لاہور: فیروز سنز، ۲۰۰۵ء، ص ۱۱۰
۲. محمد صدیق قریشی، کشاف اصطلاحات سیاسیات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۶ء، ص ۳۹۴
۳. ڈپٹی نذیر احمد، ابن الوقت، مشمولہ: مجموعہ ڈپٹی نذیر احمد، لاہور: فرید بک ڈپو، ۲۰۰۵ء، ص ۵۹
۴. ڈپٹی نذیر احمد، ایامی، دلی: مطبع فیضی، ۱۸۹۱ء، ص ۱۶
۵. ڈپٹی نذیر احمد، رویائے صادقہ، مشمولہ: مجموعہ ڈپٹی نذیر احمد، لاہور: فرید بک ڈپو، ۲۰۰۵ء، ص ۱۰۴۰
۶. پنڈت رتن ناتھ سرشار، سیر کہسار، جلد اول، بارِ چہارم، لکھنو: مطبع نول کشور، ۱۹۳۴ء، ص ۱۲۶
۷. رتن ناتھ سرشار، فسانہ آزاد، جلد اول، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۴ء، ص ۴۹۵
۸. مستنصر حسین تارڑ، خش و خاشاک زمانے، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، بارِ دوم ۲۰۱۷ء، ص ۱۵۶ تا ۱۵۷
۹. سید کاشف رضا، ایک کچھوا اور چار درویش، مشمولہ: آج، شمارہ ۱۰۲ء، ترتیب: اجمل کمال، ۲۰۱۷ء، ص ۱۱۲
۱۰. مشرف عالم ذوقی، آتشِ رفتہ کا سراغ، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۳ء، ص ۴۷
۱۱. مشرف عالم ذوقی، مسلمان، دہلی: عالمی میڈیا پرائیوٹ لمیٹڈ، ۲۰۱۴ء، ص ۴۷
۱۲. محمد نعیم، اُردو ناول اور استعماریت، لاہور: کتاب محل، ۲۰۱۶ء، ص ۱۱۸